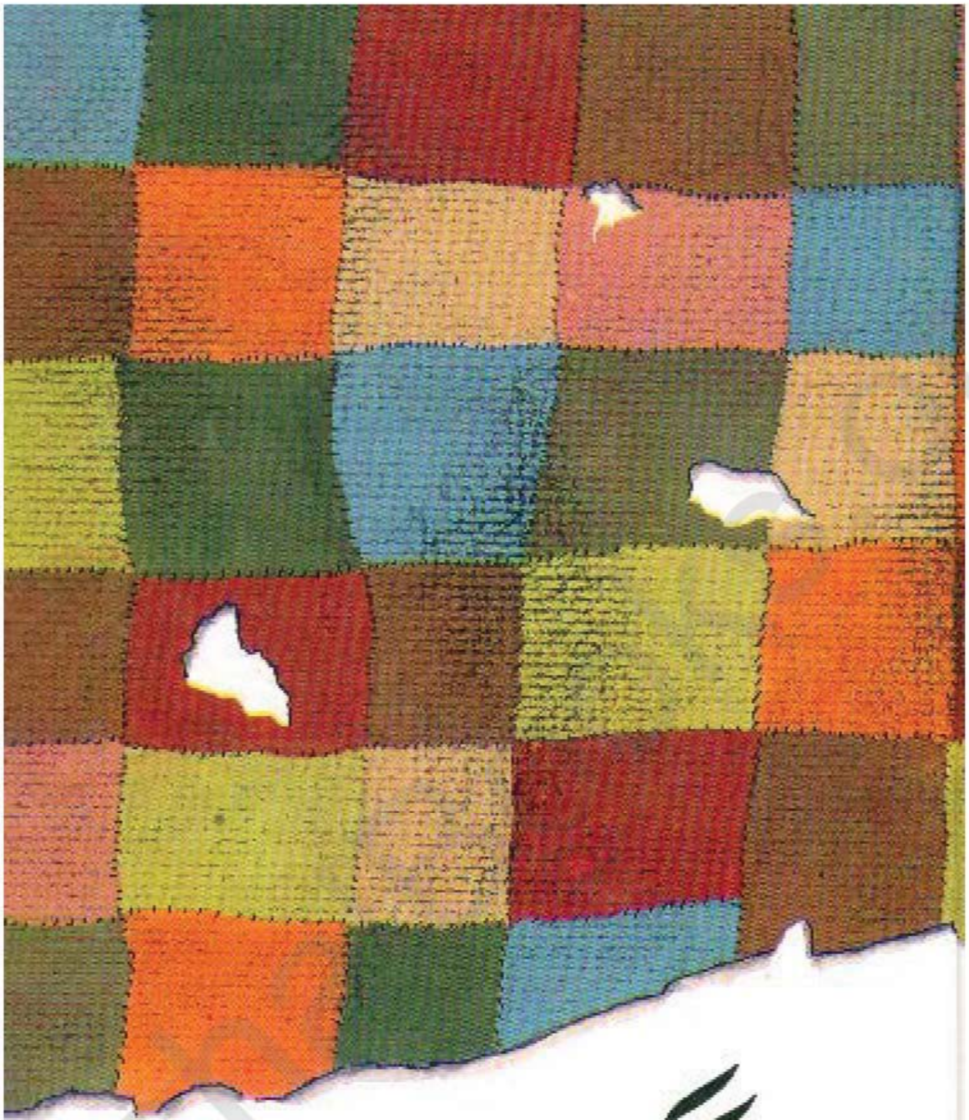

بیراگ (ناول)

مارٹن وکرما سنگھے

ترجمہ: مصطفیٰ نذیر احمد

مشعل

بیراگ

مارٹن وکرماسنگھے

ترجمہ: مصطفیٰ نذیر احمد

مشعل
آر۔ بی 5 ' سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600 ' پاکستان

MashalBooks.org

بیراگ

مارٹن وکرم سنگھے

ترجمہ: مصطفیٰ نذیر احمد

کاپی رائٹ (c) انگریزی -1985 نیشنل لائبریری سروسز بورڈ، سری لنکا
کاپی رائٹ (c) اردو —— 1997 مشعل

ناشر: مشعل
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان
فون و فیکس: 042-35866859
Email: mashbks@brain.net.pk

MashalBooks.org

پیش لفظ

اس ناول کا پس منظر سری لنکا کا دیہی علاقہ ہے جس سے مارٹن وکرماسنگھے بخوبی واقف تھے اور اس ناول کے دلچسپ ہونے کی وجہ دیہی سنہالی ثقافت کی حقیقت پسندانہ پیشکش ہے۔

ناول ''بیراگی'' 1957ء میں جب منظر عام پر آیا تو مارٹن وکرماسنگھے پہلے ہی سنہالی ادب میں اپنا مقام بنا چکے تھے۔ بطور ادیب ان کا کیریئر چالیس برس پہلے شروع ہوا تھا اور وہ فکشن اور تنقید کی پچیس سے زیادہ کتابیں لکھ چکے تھے۔ ''بیراگی'' کی اشاعت سے پہلے وہ اپنے ناول ''گم پرالیا'' کی وجہ سے جانے جاتے تھے جو ہے تو ایک خاندان کے نشیب وفراز کی کہانی لیکن درحقیقت سنہالی معاشرے میں تبدیلی کے عمل کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ یہ تبدیلی ان جدید قوتوں، جن میں سے چند جزیرے پر مغربی اثر کا نتیجہ تھیں، کی وجہ سے آئی جن کا سامنا روایتی طریقوں اور اقدار کو کرنا پڑا۔

مارٹن وکرماسنگھے ادبی مباحثوں میں شرکت کے شوقین اور بظاہر ان سے مثبت انداز میں لطف اندوز ہوتے تھے۔ اپنے آخری ناول ''بواتررانیا'' کی اشاعت پر انہیں شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ ناول مہاتما بدھ کی زندگی کے تاریخی وتنقیدی جائزے پر مبنی تھا۔ ان کی حقیقت پسندانہ پیشکش اور صورتحال کے تاریخی روایتی چھان بین نے ان لوگوں کو خوفزدہ کر دیا جو مہاتما بدھ کے روایتی تصور سے آگے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

مارٹن وکرماسنگھے کا انتقال 1976ء میں چھیاسی برس کی عمر میں ہوا۔

MashalBooks.org

اختتامیہ

سری داس جیا سنا اور میں اس زمانے سے دوست تھے جب ہم اکٹھے سکول جایا کرتے تھے۔ سروجنی کے ساتھ اس کی شادی ہماری دوستی پر اثر انداز نہیں ہوئی تھی۔ میں اس کے پاس آخری مرتبہ ایک سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے گیا تھا۔

سری داس نے اپنی شادی کے فوراً بعد اپنے لیے ایک نیا گھر بنا لیا تھا لیکن جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا تھا تو اس نے اپنے نئے گھر کے لیے کرائے دار ڈھونڈ لیا اور دوبارہ اپنے آبائی گھر میں آباد ہوگیا۔ اگرچہ تین ایکٹر رقبے پر کھڑی اس کی عمارت اتنی بڑی نہیں تھی جتنی عموماً ایسی عمارتیں ہوا کرتی ہیں لیکن وہ اپنی موٹی دیواروں اور ستونوں اور جسیم کھڑکیوں، چوکھٹوں اور شہتیروں کے ساتھ بڑی پائیداری اور پختگی کا تاثر دیتی تھی۔ مکان کی تعمیر میں استعمال ہونے والی شاندار لکڑی اسے بنانے والے (سری داس کے والد جو گاؤں کے بڑے بوڑھوں میں سے تھے) کی دماغی مضبوطی اور طاقت کا منہ بولتا ثبوت تھی۔

''سامی ہمارا خیال تھا تم ہمیں بھول چکے ہو!'' سری داس چلایا۔ میرا استقبال کرتے ہوئے وہ جگمگا رہا تھا۔ ''تم ابا کے جنازے کے بعد صرف ایک مرتبہ یہاں آئے ہو۔'' اس نے میرے گرد ہاتھ ڈالتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

''ہم تم سے ملنے کے لیے ترس رہے تھے۔'' اس کی بیوی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اروندا جیاسنا کا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

MashalBooks.org

''میں گزشتہ ایک سال سے ہندوستان میں آوارہ گردی کر رہا تھا۔''

''پھر تو تم نے تمام مقدس مقامات پر عبادت کی ہوگی۔''

''سب پر تو نہیں لیکن میں کچھ جگہوں پر ضرور گیا تھا۔'' میں نے اپنے لیے ایک آرام دہ کرسی منتخب کی۔

''یقیناً اس میں پورا سال نہیں لگا ہوگا؟''

''نہیں نہیں۔ اس میں تو تین مہینے بھی نہیں لگے۔ باقی وقت میں نے ہندوستان میں سیر کرتے ہوئے گزارا۔ اس دوران میں یوگیوں،سنیاسیوں اور ایسے لوگوں سے ملا جنہوں نے مخفی علوم کا مطالعہ کر رکھا تھا۔ میں نے ان سے گھنٹوں بات چیت کی۔ اس کے علاوہ میں نے جوتشیوں کو تلاش کیا اور انہیں اپنا زائچہ دکھایا۔ دست شناسوں نے مجھے میرے مستقبل کے متعلق بتایا۔''

سری داس نے میری گفتگو ایسے سنی جیسے کوئی بچہ پریوں کی حیرت انگیز کہانی سن رہا ہو۔ مجھے پتا چل گیا کہ وہ مجھ سے بہت سے سوالات پوچھے گا۔ وہ جادو، کالے علم اور مخفی علوم پر پختہ یقین رکھتا تھا۔

مجھے یاد ہے وہ بچپن میں بھی دوسرے بچوں سے خاصا مختلف تھا۔ اسے کھیل پسند تھے اور اس کے جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ ٹوٹی ہوئی ٹانگ کے ساتھ بھی کھیل جاری رکھتا۔ گو عموماً وہی جیتتا لیکن اس میں شکست کو خوشدلی سے تسلیم کرنے کا حوصلہ تھا اور اگلے دن وہ ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ کھیل کے میدان میں موجود ہوتا۔

لیکن وہ اپنی حرکتوں کے بارے میں بات چیت کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔ بعض اوقات جب ہم تین دوست اکٹھے ہوتے تو اپنی کسی شرارت کی شیخیاں بگھارنا شروع کر دیتے۔

''میں ایک دن اپنی والدہ سے اتنا ناراض ہوا کہ میں نے انہیں واقعی ڈانٹ دیا......''

''میں نے ایک لڑکی کا بوسہ لیا!......''

''میں نے اپنے والد کی جیب سے دس روپے نکالے اور ان کی مٹھائی خرید لی۔''

سری داس سنتا اور مسکراتا لیکن اپنے متعلق کبھی بات نہ کرتا حتیٰ کہ ہم اس کو طعنہ بھی دیتے۔ وہ صرف تب گفتگو میں شریک ہوتا جب موضوع کھیل یا ہمارے دوست ہوتے۔ جب ہم خواتین یا لڑکیوں یا محبت کے بارے میں اس انداز میں کھلم کھلا بات چیت کرتے جیسے ان چیزوں کے متعلق سب کچھ جانتے ہوں تو وہ فوراً اپنے خول میں چلا جاتا۔

''ہندوستان میں مَیں نے صرف مخفی علوم کا مطالعہ کیا، ان کی مشق کرنی نہیں سیکھی۔'' میں نے سری داس کے سوالوں کے جواب میں کہا۔''میرے خیال میں ہندوستان کے مخفی علوم جاننے والے ہمارے سری لنکا والوں سے زیادہ مختلف نہیں ہیں اور ان کے جوتشی تو بالکل ہمارے جیسے ہیں۔ شاید ان میں سے کچھ کو زیادہ سنسکرت آتی ہے۔ ہندوستان میں وہ قیافہ شناسی بظاہر زیادہ بہتر سمجھتے ہیں یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہم سے زیادہ ہنرمند ہیں۔ ایسا ظاہر ہوتا ہے جیسے انہیں کسی شخص کے کردار کا صرف دیکھ کر خود بخود پتا چل جاتا ہے۔ دو نے تو صرف مجھے دیکھ کر میری ہتھیلی دیکھنے سے صاف انکار کر دیا۔''

''کیوں؟''

''مجھے دیکھ کر انہیں یقین احساس ہو گیا ہو گا کہ مجھے اس قسم کی چیزوں پر زیادہ یقین نہیں ہے۔ درحقیقت ایک نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو کسی بھی چیز پر یقین نہیں رکھتا۔''

''لیکن سامی، کیا تم دست شناسی اور ایسی چیزوں پر یقین نہیں رکھتے؟ غالباً انہوں نے اس لیے انکار کیا ہو گا کیونکہ تم بے موقع گئے ہو گے۔''

''یہ عین ممکن ہے لیکن مجھے ایسا لگا جیسے انہیں مجھ پر شک ہو۔''

ہم نے دوسری چیزوں کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ میری وجہ سے اس کی اپنے کچھ رشتے داروں کے ساتھ ناچاقی ہو گئی ہے۔''وہ سب معاملات اب ٹھنڈے پڑ چکے ہیں۔'' اس نے کہا۔ اس نے غیر ارادی طور پر کچھ ایسی باتیں کیں جن سے مجھے ایسا لگا کہ ان پر اس کا اندھا اعتماد متزلزل ہو چکا ہے۔

''اور تمہارے چچا کا بیٹا اروندا جیاسنا آج کل کہاں ہے؟''

''اسے وفات پائے آج پورے چار مہینے ہو گئے۔'' سری داس نے افسردگی سے جواب دیا۔ اس کی بیوی نے بے چینی سے نیچے دیکھا جیسے اپنے چہرے کا تاثر چھپانا چاہتی ہو۔ مجھے ایسا لگا جیسے میرے سوال نے کسی ایسی کیفیت کو جنم دے دیا ہے جو حزن و ملال سے زیادہ ہے۔ وہ شرمندہ نظر آ رہے تھے۔

اروندا جیاسنا کی وفات کا سن کر مجھے بہت رنج ہوا کیونکہ درحقیقت میں اس کے بارے میں معلوم کرنے کی امید لیے ہی سری داس سے ملنے آیا تھا۔ اروندا براہ راست میرے ہندوستان جانے کے فیصلے پر اثر انداز نہیں ہوا تھا لیکن مخفی علوم سے میری دلچسپی ہی میں ہر چیز پر اس سے مفصل بحث کروں گا۔

میرا تعلق عالموں، پنڈتوں، ادیبوں، دانشوروں ، ماہر ما بعد الطبیعیات، نجومیوں، عاملوں اور سادھوسنتوں سے رہا ہے۔ بہر حال میں کبھی صحیح طور پر اروندا جیاسنا کی شناخت کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔ میں نے اس کے ساتھ گفتگو اور بحث کرتے ہوئے گھنٹوں گزارے تھے۔ اس سب کے باوجود میں خود کو اسکی شخصیت کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے کا اہل نہیں سمجھتا۔ بعض اوقات وہ کسی دانشور کی طرح بحث کرتا جبکہ دوسرے موقعوں پر وہ خاصے نامعقول خیالات کا اظہار کرتا۔ اس کے علاوہ و ہ حد درجہ نابالغ اور جذباتی محرکات کا غلام بھی لگتا۔

مجھے ایسا لگتا کہ اروندا کی عجیب و غریب اور پیچیدہ شخصیت میں کوئی واحد خصوصیت نہیں ہے جسے واضح طور پر پہچانا جا سکے۔ میں نے سیکھا کہ انسانی شخصیت کو تشکیل دینے والی خصوصیات میں امتیاز کرنا کتنا مشکل ہے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دھنک کے رنگوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اروندا کو سمجھنا کسی سراب کے پیچھے بھاگنے کے مانند تھا۔ ایسے موقعے بھی آئے جب مجھے یوں لگا جیسے اس کا دماغ اوٹ پٹانگ باتوں سے بھری ہوئی ردی کی ٹوکری سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ اور پھر دوبارہ مجھے تسلیم کرنا پڑا کہ اس کا دل بہت سی قابل تعریف خوبیوں کا مجموعہ ہے۔

اروندا اور سری داس دونوں ہی بہت نرم دل اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ لیکن اروندا میں مجھے بعض اوقات چھپی ہوئی عجیب و غریب خوبیاں نظر آتیں، جیسے کسی

MashalBooks.org

تاریک غار کی گہرائیوں میں چنگاریاں سلگ رہی ہوں، اور میں سوچتا ہوں کہ کہیں یہ غیر معمولی طور پر تشکیل شدہ شخصیت کی علامتیں تو نہیں ہیں۔ وہ اتنا کچھ جانتا تھا جو صرف عقلمندانہ اور منطقی تحقیق ہی سے دریافت کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ تمام شعور اور منطق کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے پوری طرح بکواس پر بھی یقین رکھتا تھا۔ اسے مطالعے کا جنون تھا۔ ایک ایسا وقت بھی تھا جب اس نے بدھ مت کی مابعد الطبیعیات کا بے تکان مطالعہ کیا۔ ایک اور موقعے پر وہ کیمیادان بنا۔ لیکن اروندا جس چیز کا مطالعہ کرتا اس میں اس قدر سادہ لوح بننے کی اہلیت تھی کہ کوئی دیہاتی بھی شرما جاتا۔

شاید سچائی صرف نہ تھی کہ اس کے جذبات اس کی عقل سے زیادہ بڑے اور شدید تھے۔ وہ کبھی غصے یا غم کا اظہار نہ کرتا۔ نہ ہی اس نے کبھی ہمدردی، نیکی یا محبت کو لفظوں میں بیان کیا۔ اسے باقی لوگوں جتنا ہی غصہ آتا ہوگا لیکن جیسے ہی اسے غصہ آتا وہ اسے رحم میں تبدیل کر دیتا۔ میرے خیال میں جو شخص محبت اور نفرت کو اس طرح اپنے اندر گھونٹنے کی کوشش کرتا ہے اسے یقیناً بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اروندا کو کبھی کسی عورت کے لیے محبت یا غصہ یا پھر کسی بھی قسم کی نفسانی خواہشات کا اظہار کیے بغیر زندہ رہنے کے لیے یقیناً اپنے آپ سے بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑی ہوں گی۔ میں اروندا کی غیر معمولی شخصیت کے متعلق مزید جاننے کے لیے تڑپ رہا تھا۔

''اس کی موت بہت غم انگیز تھی، بالکل اس کی زندگی کی طرح!'' سری داس دوبارہ بولا۔

''اس کا انتقال کہاں ہوا؟''

''وہ اپنی لے پالک بیٹی کے مکان میں فوت ہوا۔ گو وہ بہت ہی بدکردار عورت ہے مگر اس نے اروندا کی دیکھ بھال اپنے سگے باپ سے بھی زیادہ کی۔''

''یہ وہی دہرا رہے ہیں جو مینکا کہتی ہے۔'' سری داس کی بیوی نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔ ''باتھی بدکردار عورت نہیں ہے۔ اروندا واحد شخص ہے جو یہ بات جانتا تھا۔ سری داس بجائے خود سوچنے کے مینکا کی کہی ہوئی ہر بات مان لیتے ہیں۔''

''اروندا احمق تھا۔'' سری داس نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ ''اور اگر وہ احمق نہیں

تھا تو خوابوں کی دنیا کا باسی تھا۔ کیا یہ اس کی بیوقوفی کی وجہ سے نہیں تھا کہ اسے اتنی تضحیک اور ذلت سہنی پڑی؟ صرف اس چھچھوری عورت کی وجہ سے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اروندا برا آدمی تھا۔ وہ بہترین آدمی تھا۔ لیکن زیادہ اچھا ہونا بھی کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر ایک نے اسے بیوقوف بنایا۔''

''آپ تو خود عورتوں کے ہاتھوں آسانی سے بیوقوف بن جاتے ہیں۔'' اس کی بیوی نے ہنستے ہوئے کہا۔

''میرے خیال میں مینکا کو کوئی بیوقوف نہیں بنا سکتا۔'' میں نے رائے دی۔

''بالکل درست۔'' سری داس کی بیوی نے میری تائید کی۔ ''اور نہ ہی وہ کسی سے ڈرتی ہے۔''

''جنازے کے بعد باتھی چاہتی تھی کہ مینکا اروندا کی کتابیں اور دوسرا مال اسباب لے جائے۔ مینکا نے کہا وہ انہیں ہاتھ بھی نہیں لگائے گی۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ باتھی سے بہت ناراض تھی۔ بعد میں وہ میرے پاس آئی اور سرگوشی کی کہ ان چیزوں کو لے جاؤ اور محفوظ رکھو۔''

''اب وہ کہاں ہیں؟'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''میں نے اروندا کی سب چیزوں کو اس والے کمرے کے کونے میں رکھ دیا ہے۔'' سری داس نے برآمدے کے اختتام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''کچھ کتابیں ہیں اور باقی دوسری چیزیں۔ کچھ کتابیں اس کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔'' وہ ایسے بتا رہا تھا جیسے کسی گندگی کے ڈھیر کا ذکر کر رہا ہو۔

میں اپنی بے قراری کو بمشکل چھپا سکتا تھا۔ شاید اسی گندگی کے ڈھیر میں وہ موتی چھپے تھے جنہیں میں تلاش کر رہا تھا!

''سری داس، کیا تم نے وہ کتابیں پڑھی ہیں؟''

''ہاں، میں نے اروندا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک کتاب کا مطالعہ ضرور کیا ہے۔ بس ادھر ادھر سے کچھ صفحے پڑھے تھے۔ وہ اس کی آپ بیتی ہے۔ میں نے جو تھوڑا بہت پڑھا وہ اتنا تکلیف دہ تھا کہ آگے نہیں پڑھ سکا۔''

''آپ بیتی!؟''میں نادانستہ طور پر اچھل پڑا۔ سری داس کی بیوی مجھے گھور رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں رشک اور تشویش تھی۔

''تم نے مجھے کبھی اس کے متعلق نہیں بتایا۔'' اس نے قدرے غصے سے کہا۔ مجھے احساس ہو گیا کہ وہ اروندا کی آپ بیتی پر قبضہ کرنا چاہتی تھی۔

''میں اسے پڑھ کر تمہیں سب کچھ بتادوں گا۔''میں نے مکاری سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ وہ بے چینی سے مسکرائی اور اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔

''اگر اس نے سری داس کو اتنا پریشان کیا ہے تو مینکا اسے پڑھ کر ہزار گنا زیادہ برا محسوس کرے گی۔'' اس نے کہا۔

''اگر مینکا کو ان باتوں کا ذرا بھی اندازہ ہوتا جو اروندا نے لکھی ہیں تو اس نے کتابیں جلا دی ہوتیں اور راکھ دریا میں بہادی ہوتی۔'' سری داس نے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ میں وہ مینکا کو دے دوں۔'' اس کی بیوی نے کہا۔

کتنی خوش قسمتی تھی کہ اس نے پہلے اروندا کی آپ بیتی کے متعلق نہیں سنا تھا! اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو وہ اسے فوراً مینکا کے پاس لے گئی ہوتی۔

مجھے سری داس سے معلوم ہوا کہ اروندا کے رشتے دار اس کے جنازے پر آنے والے لوگوں کی تعداد دیکھ کر حیران رہ گئے تھے۔ جنازے کی آخری رسم اس کے اپنے گاؤں میں ہی ادا کی گئی تھی اور دیہاتی غول در غول اپنی عقیدت کا اظہار کرنے آئے تھے۔ میں سوچتا ہوں کہ آیا ان سادہ لوح، ان پڑھ، قدامت پسند اور افواہیں پھیلانے والے دیہاتیوں کے پاس حقیقی اچھائی کو پہچاننے کی کوئی جبلی سمجھ بوجھ ہے؟

''جب وہ بیمار تھا تو میں اس کے پاس زیادہ نہیں جاتا تھا کیوں کہ بظاہر مجھے دیکھ کر اس کی تکلیف میں اضافہ ہو جاتا۔'' سری داس نے میرے ایک سوال کے جواب میں کہا۔ آخر کار وہ اٹھ کھڑا ہوا اور مجھے باہر لے آیا، شاید اس گفتگو کو ختم کرنے کے لیے جو اسے بہت ہی تکلیف دہ محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے سوچا کہ کمرے میں اروندا کی کتابیں پڑھتے ہوئے رات گزارنا سب سے بہتر ہوگا۔

''اندر چلے جاؤ سامی۔'' اس نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور میں اندر چلا آیا۔

MashalBooks.org

میرے نتھنوں تک مندروں اور بھوت پریت اتارنے کی رسموں کی مخصوص لوبان کی بو پہنچی۔ اس بو اور مٹی کی مہک کے ساتھ جڑی بوٹیوں کی ایسی باس رچی ہوئی تھی جیسی کہ خانقاہوں کے کتب خانوں سے آتی ہے۔ جونہی سری داس نے کھڑکیاں کھولیں شام کی روشنی ان میں سے اندر آ گئی جس نے کمرے کے اندھیرے کونوں کو روشن کر دیا۔ تازہ ہوا نے کمرے کی فضا کی گھٹن کو کم کر دیا اور میں بہتر محسوس کرنے لگا۔ ایک مکڑی بڑے سے جالے پر دوڑی جو شہتیروں سے لے کر کتابوں سے بھری ہوئی الماری کے اوپر تک پھیلا ہوا تھا اور چھت کے کونے میں غائب ہو گئی۔

الماری میں انگریزی، سنسکرت اور پالی کی کتابیں بیکار پڑی تھیں۔ ان میں سے کچھ کی جلد چمڑے کی تھی اور کچھ کی کپڑے کی اور وہ اس حیران کر دینے والے عالم کی توجہ سے محروم تھیں جس نے انہیں اتنی مرتبہ استعمال کیا تھا۔ جیسے جیسے میں نے کیمیا، بدھ مت کی مابعد الطبیعیات، مخفی علوم، جادو اور دماغی تحقیق پر کتابوں کے سرورق پڑھے مجھے لگا کہ اروندا کے ذہن کے بارے میں میری ابتدائی رائے زیادہ غلط نہیں تھی۔ ایک چھوٹی سی میز پر مہاتما بدھ کی کانسی کی مورتی پڑی تھی۔ اس کے قریب بھوج پتر پر لکھے ہوئے مسودات کا ڈھیر تھا۔ میں نے ان میں سے ایک کو اٹھایا اور اسے پڑھنے کی کوشش کی۔ بظاہر یہ اس قسم کے جادو اور مخفی عملیات کے متعلق تھا جنہیں مہاتما بدھ نے بے معنی علم قرار دیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ مورتی بھوج پتر پر لکھے ہوئے مسودات اور کتابوں کی نگران ہو لیکن اسے واضح طور پر سری داس نے وہاں رکھا تھا۔

یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اروندا نے کیمیا گری کے تجربے کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ ایک چھوٹی میز پر ننھا سا ترازو، محدب عدسہ، بہت سی شیشے کی نلکیاں اور کچھ دوسرے آلات پڑے تھے۔ کمرہ کیا تھا سچ مچ کا عجائب گھر تھا۔ وہ مردہ اروندا کی داخلی زندگی کی یادگار لگتا تھا۔

سری داس نے ایک چھوٹا سا بنڈل اٹھایا جو ایک کونے میں پڑا تھا۔

''یہ ایک ٹین کے اندر تھا جس پر تانبے کی مہر لگی ہوئی تھی۔ یہ بیج ایرسا، ہینگ اور ہلدی کے ملغوبے میں مضبوطی سے جما ہوا تھا اور مختلف قسم کے پتوں میں لپٹا ہوا تھا۔'' سری

داس نے بنڈل سے ایک چھوٹا سا ڈھیلا، جس پر کالی، پیلی اور نقرئی دھاریاں پڑی ہوئی تھیں، نکالتے ہوئے کہا۔

''یہ یقیناً کیمیا گری کے ذریعے سونا بنانے کی کوشش کا نتیجہ ہوگا۔'' میں نے کہا۔ سری داس اس ڈھیلے کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ کمرے سے نکلتے ہوئے میں نے اروندا کی آپ بیتی اٹھالی۔

''اروندا نے بہت تکلیفیں اٹھائیں۔ باتھی نے سنا کہ وہ بہت بیمار ہے تو وہ اسے اپنے گھر لے گئی۔ تب تک ہمیں احساس نہیں تھا کہ وہ کتنا بیمار ہے۔'' سری داس نے کھانے کی میز پر بیٹھتے ہوئے کہا۔''باتھی نے اس کی تیمارداری کی اور اتنا خیال رکھا جتنا شاید ہم بھی نہ رکھ پاتے۔''

اس کے اعتراف نے مجھے حیران نہیں کیا۔ اروندا کے متعلق اپنے تمام سوالوں کے جوابوں سے میں کچھ سمجھ چکا تھا کہ وہ اروندا کی بیماری کے دوران اس سے اپنی لاتعلقی کو چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔

''سامی۔'' اس کی بیوی نے سیدھا میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''سری داس اروندا کی بیماری کے دوران ایک مرتبہ بھی اس کے پاس نہیں گیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر اروندا سے ملنے سے پہلو تہی کی کہ وہ وسوسوں کا شکار ہے۔ نہ ہی مینکا کبھی اس سے ملنے گئی۔ یہ دونوں اس سے ناراض تھے۔''

اس نے اپنی انگلیاں صاف کیں اور باورچی خانے سے جنگلی سیبوں کی کریم کی ایک پلیٹ لے آئی۔ ملازم لڑکا تین صاف پلیٹیں لے آیا اور اس نے میٹھے کے لیے وہ ہمارے سامنے لگا دیں۔

جیسے ہی ہم کھانا ختم کر کے اٹھے ملازم برتن باورچی خانے میں لے گیا۔ میری میزبان نے میز پوش پر سے بچے کھچے ٹکڑے ایک گندی پلیٹ میں جمع کیے۔

باہر اندھیرا خاصا گہرا ہو گیا تھا۔ اچانک کھڑکی کے راستے ہوا کا ایک تیز جھونکا اندر آیا اور سارے گھر میں پھر گیا جس سے لیمپ جھولنے لگا۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ بارش پردوں سے ٹکرا رہی تھی اور گھر کے اندر پھوار آ رہی تھی۔ سری داس نے اٹھ کر

MashalBooks.org

کھڑکی بند کر دی۔

میں نے قریب چار گھنٹے بعد اروندا کی آپ بیتی پڑھتے پڑھتے نیچے رکھی۔ جیسے ہی میں نے لیمپ بجھایا اور خود کو سونے کے لیے تیار کرنے کی کوشش کی اس وقت گھڑی نے تین بجائے۔

کمرے کی تاریکی اور بھاری سکوت غور وفکر کرنے کے لیے موزوں تھا، نیند کے لیے نہیں۔ بارش بند ہو گئی تھی اور سکوت میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اگر میں نے اپنے خیالوں کو کھلا چھوڑ دیا تو میں ساری رات سو نہ سکوں گا۔ میں نے اپنے آپ کو ایک لڑکی کے متعلق سوچنے پر مجبور کر دیا جسے میں بہت پہلے سکول میں جانتا تھا۔ اس کا نام رنجنی تھا۔ خوش کن خیالات نے میرے دماغ کو لوری دینا شروع کر دی۔ جب میں جاگا تو دن چڑھے بہت دیر ہو چکی تھی۔

☆☆☆

سری داس اور اس کی بیوی دونوں ہی اب زندہ نہیں ہیں۔ ان کی اکلوتی بیٹی وجیرہ نے ایک تاجر کے بیٹے سے شادی کی جو سنگاپور میں اچھا کاروبار کر رہا ہے اور وہیں آباد ہو گئی ہے۔

میں اروندا کی آپ بیتی پڑھنے کے بعد بھی اس کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکا۔

میں نے مزید دوبارہ پڑھا ہے اور اس کی ترتیب ٹھیک کی ہے۔ میں نے بہت زیادہ تبدیلیاں کرنے سے احتراز کیا ہے۔ میرے خیال میں ابتدائی جملے اور آخری ایک یا دو بات دوبارہ سے لکھے جانے کی ضرورت تھی اور میں نے پہلے تین باب بھی دوبارہ سے ترتیب دیئے ہیں تاکہ کہانی قدرتی طور پر نشو ونما پا سکے۔

اب میں آئندہ ابواب میں اروندا جیاسنا کی آپ بیتی پیش کرتا ہوں۔ وہ کس قسم کا آدمی تھا؟ اگر آپ اسے پڑھنے کے بعد اس سوال کا جواب دے سکیں تو آپ کو یقیناً انسانی شخصیت کی گہری سمجھ ہے اور خود زندگی کی بھی۔

میں سمجھا کرتا تھا کہ مجھے انسانی روح کی چھپی ہوئی گہرائیوں کا علم ہے۔ لیکن

صرف اروندا کی کہانی پڑھ کر مجھے ان نا معلوم اور نا قابل تصور خیالات، احساسات اور محرکات (ان میں سے زیادہ تر ایک دوسرے کے متضاد ہیں) کی صحیح سوجھ بوجھ ہوئی جن سے انفرادی شخصیت تشکیل پاتی ہے۔

اروندا اپنے والدین اور بہن سے شدید محبت کرتا تھا پھر بھی اس نے ان کی اچھائیاں اور برائیاں ایک سے انداز میں کھلم کھلا بیان کی ہیں۔حتیٰ کہ اس نے روح کے چھپے گوشوں میں مخفی حد درجہ کے ناخوشگوار محرکات بھی افشا کر دیے ہیں جیسے وہ اعتراف کی مانوق الفطرت پاکیزہ کر دینے والی قوتوں پر یقین رکھتا ہو۔

یوں ظاہر ہوتا ہے کہ اروندا فطری طور پر پارسائی حتیٰ کہ بزرگی کی طرف مائل تھا۔ یوں تو وہ تمام عمر عام آدمی رہا لیکن اس کی کہانی مجھے ان سنیاسیوں کی منظّم روحانیت کی یاد دلاتی ہے جنہوں نے ''تھیراگاتھا'' جیسی کہانیاں لکھیں یا اس سنیاسی کی یاد جو بعض اوقات اپنی گزشتہ زندگی کے گناہوں سے پردہ اٹھاتا ہے۔

اسے شخصیت اور ذہن کے خفیہ کونوں میں دھنس جانے والی بصیرت حاصل تھی۔ اس کے باوجود دنیا اور زندگی کے متعلق اس کا رویہ کئی طریقوں سے واضح طور پر سیدھا سادہ تھا۔حتیٰ کہ ان چیزوں میں بھی جنہیں عقل کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے وہ مخفی علوم کی نیم روشن دنیا تلاش کرتا تھا۔